اقام الصلوۃ اور قرآن الفجر کے لئے بھر پور کوشش کریں۔

مقام محمود اور سلطان نصیر کے حصول کی دعائیں کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 رستمبر 1995ء بمقام من ہائم۔ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کی:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ‌ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا ﴿۷۹﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ‌ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِىۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِىۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا ﴿۸۱﴾ (بنی اسرائیل: 79 تا 81)

پھر فرمایا:

گزشتہ جلسہ سالانہ .UK کے بعد سے طبیعت میں خصوصیت سے یہ فکر رہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کثرت سے ہمیں انعامات کے پھل نوازے ہیں جن کے نتیجے میں بھوک مٹنے کی بجائے اور بھی بڑھ گئی ہے تو آئندہ ان کو سنبھالنے کی ذمہ داریاں کیسے ادا کریں گے کیونکہ جب میں نے گردو پیش پر نظر ڈالی، ان جماعتوں پر خصوصیت سے نگاہ کی جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پھلوں کی بارش ہو رہی ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ ابھی ان جماعتوں میں بھی تربیت کی بہت کمی ہے اور کثرت کے ساتھ مربی ہمیں مہیا نہیں ہیں۔ پھر ان نئے آنے والوں کی تربیت کر کے اس بات کا اہل بنانا کہ

جب اوروں کو دعوت دیں تو ان کی تربیت کی بھی اہلیت رکھیں یہ ایک بہت بڑا اور اہم کام ہے جس کے نتیجے میں میں ایک دائمی فکر میں غلطاں ہو گیا اور خصوصیت سے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہی اس کے حل کی کوئی راہ دکھائے۔ اب ایک مقام پر کھڑے ہو کر ٹھہرنا ویسے ہی انسانی فطرت کے خلاف ہے اور دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ پہلے کی طرح ہی دگنی اور چوگنی رحمتوں کی بارشیں بڑھاتا رہے۔ لیکن اگر محض قلبی لطف کی بات ہو تو معاملہ یہاں ختم ہو جائے لیکن قلبی لطف کی بات نہیں۔ ان احسانات کے ساتھ احسانات کے حق ادا کرنے کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑھتی جاتی ہیں۔ پس یہ وہ پہلو ہے جس کے متعلق میں آج آپ سے کچھ کلام کرنا چاہتا ہوں۔

کل ہی اس فکر میں مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے انہی آیات میں ان فکروں کا حل موجود ہے۔ اگر جماعت نے بکثرت پھیلنا ہے اور پھیلنے کے نتیجے میں جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انہیں اللہ کی رضا کے مطابق ادا کرنا ہے تو یہ وہ آیات ہیں جن میں ان مسائل کا سب حل موجود ہے۔

سب سے اہم بات قیام صلوٰۃ ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور یہ قیام صلوٰۃ داعین الی اللہ کے لئے بھی جتنا ضروری ہے اتنا ہی ان کے لئے ضروری ہے کہ نئے آنے والوں کو بھی نماز پر قائم کر دیں اور یہ مہم اگر ساتھ ساتھ جاری نہ رہے تو ان آنے والے پھلوں کو سنبھالنا پھر تقریباً ناممکن ہو جائے گا لیکن جہاں تک میں نظر ڈالتا ہوں لازم ہے کہ انصاف کی نظر ڈالوں اور خوش فہمی کی نگاہ نہ ڈالوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جماعت میں ابھی نماز باجماعت کے قیام کی طرف پوری توجہ نہیں ہے بلکہ اگر روزمرہ کے جماعت کے حالات نوجوانوں کے حالات، لڑکوں اور لڑکیوں کے حالات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جو حقیقت میں نماز پڑھنا جانتے نہیں۔ جانتے ہیں تو رسمی نماز میں شمولیت کی حد تک تو جانتے ہیں مگر وہ باجماعت نماز جس کا ان آیات میں ذکر ہے اس سے ابھی وہ بہت دور ہیں۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ایک مسلسل گھیرے میں ڈالنے والی آیت ہے۔ جو دن کے مختلف وقتوں کو گھیر رہی ہے اور منظر یہ پیش کر رہی ہے کہ ایسا شخص جو خدا کی عبادت میں مصروف ہے، اس کا حق ادا کرتا ہے وہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ

سے لے کر یعنی سورج کے ڈھلنے کے وقت سے لے کر دوسری صبح تک یعنی جب تک رات اندھیری رہے اور گہری رہے عبادت ہی میں مصروف رہتا ہے یا عبادت کے قیام کا حق ادا کرتا رہتا ہے۔اب کتنے ہیں ہم میں جو واقعۃً اس آیت کے مصداق نماز کو ادا کرتے ہیں۔ایسے تو بہت سے بن رہے ہیں جو پہلے پوری نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اب خدا کے فضل کے ساتھ بار بار کہنے کے بعد، مختلف تنظیموں کو احساس دلانے کے بعد اور ان کی کوششوں سے نماز کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔مگر نماز کی طرف متوجہ ہونا کافی نہیں ہے کیونکہ عبادت کے قیام کے بغیر دنیا کا قیام ممکن نہیں۔ہم نے دنیا کو قائم کرنا ہے اور دنیا کو توحید پہ قائم کرنا ہے اور توحید پر قائم کرنے کے لئے قیام عبادت ایسا لازمہ ہے جیسے اوپر کی منزل تعمیر کر لیں اور یا نچلی منزل ہو بھی تو بنیادوں کے بغیر کیونکہ ایسی عمارت کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

پس یہ جو باتیں میں آپ سے کر رہا ہوں گہری فکر کی باتیں ہیں۔جب ہر سال اللہ تعالیٰ فضلوں کی بارش نازل فرماتا ہے تو یہ درست ہے کہ نعرہ ہائے تکبیر سے کل عالم گونج اٹھتا ہے اور ہمارے دلوں میں ایک ایسا حیرت انگیز ہیجان پیدا ہو جاتا ہے جس کی دنیا والوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ مگر یہ ہیجانی کیفیت تو آنی جانی ہے۔جو دائم رہ جانے والی چیز ہے وہ ایسی نیکی ہے جسے قرآن کریم باقیات میں سے شمار کرتا ہے۔جس کی تعریف میں سے شمار کرتا ہے۔جس کی تعریف میں باقی رہنا داخل کر دیا گیا ہے۔**الصالحات** کے ساتھ **الباقیات** کی ایک ایسی شرط قرآن نے لگا دی ہے کہ جس کے بعد عارضی نیکی کا کوئی تصور بھی باقی نہیں رہتا۔نیکی وہی ہے جو زندگی کا ساتھ دے، جو ہمیشہ کے لئے جزو بدن بن جائے، جو رگوں میں دوڑتی پھرتی رہے جیسے خون دوڑتا پھرتا ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہ ہو۔پس نماز بھی ایسی ہی نیکیوں میں سے اول درجے کی نیکی ہے جسے ہماری سانسوں میں رچ بس جانا چاہئے، جسے ہمارے خون میں دوڑنا چاہئے، جسے ہمارے وجود کا ایک اٹوٹ حصہ بن جانا چاہئے۔یہ وہ نماز ہے جو آپ کو بھی اور مجھے بھی قائم کرے گی اور ہمیں اس قابل بنائے گی کہ ہر بڑھتے ہوئے بوجھ کو خوشی سے اٹھائیں اور خدا سے مزید کی توقع رکھتے چلے جائیں۔

پس پہلی بات تو نماز کے قیام کی طرف توجہ دلانا تھی اور اسی سلسلے میں میں آپ سے خصوصیت کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ جو نو مبائعین ہم میں آتے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ان میں نمازی بنانا ہمارا اولین کام ہے اور اس غرض کے لئے ہر جماعت میں جہاں آئندہ

دعوت الی اللہ کے نئے منصوبے بنائے جا رہے ہیں بلکہ بہت سی جگہ ان پر عمل شروع ہو چکا ہے وہاں ایک احمدی جماعت کا گروہ ایسا وقف رہے جس کا کام محض قیام صلوٰۃ ہو۔ وہ اپنوں میں بھی اور نئے آنے والوں میں بھی جو اپنے بن رہے ہیں ان میں بھی نماز باجماعت کے قیام کی مسلسل جدوجہد کرتا رہے اور کسی خوش فہمی پر مبنی رپورٹ پیش نہ کرے بلکہ اعداد و شمار پر مشتمل، جن کا باقاعدہ مسلسل وہاں انضباط ہوتا رہے، جس کو کاپیوں پر درج کیا جائے اور ہر ذمہ دار کارکن اپنے پاس اس کا ریکارڈ رکھے۔ وہ ہمیشہ اس کے اپنے لئے بھی یاد دہانی بنتا رہے اور جب وہ آئندہ مرکز میں رپورٹ بھیجے تو یقین کے ساتھ بھیجے کہ یہ کام اس حد تک ہو چکا ہے۔

اس کے لئے بہت سے طریق ہیں جنہیں اپنانا چاہئے۔ ایک دفعہ میں نے ایک سلسلہ شروع کیا تھا قیام عبادت کا کہ قیام عبادت کیا چیز ہے، یہ خطبات کا سلسلہ تھا اور اس ضمن میں بہت سی ایسی باتیں کی تھیں جو قرآن اور حدیث اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کے حوالے سے تھیں کہ ان کے نتیجے میں مجھے جو کل عالم سے اطلاعیں ملتی رہیں، یہ محسوس ہوا کہ خدا کے فضل سے دلوں میں ایک حرکت پیدا ہوئی ہے اور عبادت کے قیام کی طرف سچی توجہ پیدا ہوئی ہے۔ مگر یہ باتیں ایک دفعہ کر کے ختم کرنے والی باتیں نہیں ہیں۔ یہ تو تذکیر ہے جو ہمیشہ جاری رہتی ہے اور جاری رہنی چاہئے۔ یہ وہ یاد دہانیاں ہیں جو اگر بار بار نہ کروائی جائیں تو نفس خود بخود بھول جاتا ہے۔ اس لئے ان سے بھی استفادہ کیا جائے۔ ان خطبات کے سلسلے سے بھی، دیگر ذرائع سے بھی مل بیٹھ کر سوچیں اور مجلس عاملہ میں یا دنیا بھر کی مجالس عاملہ میں یہ مسئلہ زیر غور آئے کہ نئے حالات کے تقاضے ہیں کہ ہم قیام نماز کی طرف پہلے سے بہت زیادہ توجہ کریں۔ سینکڑوں گنا بھی کہا جائے تو یہ مبالغہ نہیں ہے کیونکہ اگر سینکڑوں گنا توجہ بھی زیادہ ہو جائے تب بھی پوری طرح حق ادا نہ ہو سکے گا کیونکہ عبادت تو زندگی کے قیام کا مقصد ہے۔

عبادت کی خاطر جن وانس کو پیدا کیا گیا ہے اور عبادت کے بغیر انسان کی انسانیت مکمل نہیں ہوتی اور انسانیت کی تکمیل کے بغیر دنیا کے مسائل حل ہو ہی نہیں سکتے اس لئے جن پہلوؤں سے جب ہم نظر کرتے ہیں تو کہتے ہیں انصاف کو قائم کرو تو دنیا کے مسائل حل ہو جائیں گے یہ درست ہے۔ مگر انصاف کو کیسے قائم کریں گے اگر بندہ اپنے خدا سے انصاف نہ کرتا ہو اور خدا کے حق ادا نہ کرتا ہو تو بنی

نوع انسان کے حق کیسے ادا کرے گا۔ان حقوق کی طرف فطرتاً توجہ پیدا ہی نہیں ہوسکتی جب تک حقیقتاً اپنے خالق، اپنے رب، اپنے مالک کے حقوق کی طرف دل کی گہرائی سے توجہ پیدا نہ ہو۔

پس اول طور پر نماز کو قائم کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ منصوبہ بنائیں بلکہ ابھی سے بنائیں۔کوئی وقت اس پر ضائع نہ کریں اور ہر دنیا کی جماعت ملکی سطح پر بھی اور چھوٹی سطحوں پر بھی یہ منصوبے بنائے اور ایسی ٹیمیں مقرر کرے جن کا کام بس یہی ہو، وہ اسی بات کے لئے وقف ہو کے رہ جائیں کہ ہم نے نماز کی اہمیت بتانی ہے، نماز پر قائم کرنا ہے، نماز کے ترجمے سکھانے کے انتظام کرنے ہیں، نماز پڑھنے سے جو روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کی طرف توجہ دلانی ہے اور مسلسل یہ کام ان تھک طور پر کرتے چلے جانا ہے اور ہارنا نہیں۔ایک لمحہ بھی اس ذمہ داری سے نہ غافل ہونا ہے، نہ مایوس ہونا ہے۔اگرچہ شروع میں بسا اوقات مشکلات بھی پیش آتی ہیں مگر اکثر مشکلات اپنی بے وقوفیوں سے پیش آتی ہیں۔اگر انسان اپنے دائرے کو سمجھتا ہو کہ کتنا میرا دائرہ ہے اور اس سے آگے بڑھنا نہ چاہے، نہ بڑھنے کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر مایوسی نہیں ہوسکتی پھر تذکیر کا کام بغیر مایوسی کے چلتا ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری تذکیر کی یعنی نصیحت کے ذریعے دنیا میں عظیم روحانی انقلاب برپا کرنے کی ذمہ داری حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے کندھوں پر ڈالی گئی۔آپؐ نے دن رات اس کو ادا کیا، دن رات بظاہر مایوس کرنے والے حالات کا سامنا رہا اور سالہا سال تک وہ دنیا جو آپ کے گرد و پیش میں بستی تھی ان کے دلوں کو ان پتھروں کی طرح پایا جن میں کوئی چیز سرایت نہیں کرسکتی۔اس کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی مایوس نہیں ہوئے۔آپؐ کے لئے مایوسی کا تو تصور بھی گناہ ہے۔جبکہ حضرت زکریاؑ جو آپؐ کے مقابل پر ایک معمولی شان کے نبی تھے وہ اپنے رب کے حضور عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب میرے بال سفید پڑ گئے ہیں، میری ہڈیاں گل گئی ہیں وَّلَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا (مریم:5)۔مگر میں وہ بدبخت نہیں ہوں جو تیرے سے دعا کرنے سے مایوس ہو جاؤں۔تو مایوسی کا مومن کے کاموں کے ساتھ کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے دائرہ کار میں رہے اور ہمیشہ دعا میں لگا رہے۔اگر یہ دو باتیں یقینی طور پر ساتھ ہوں تو پھر کبھی کوئی مومن کسی پہلو سے بھی کسی وقت بھی مایوس نہیں ہوسکتا۔دائرہ کار میں رہنا ہی دراصل دعا کو پیدا کرتا ہے۔

بسا اوقات میں نے نصیحت کرنے والے دیکھے ہیں خواہ وہ اپنے گھر میں بچوں کو نصیحت کریں یا باہر ماحول میں نصیحت کا کردار ادا کریں وہ پہلے اس وجہ سے مایوس ہوتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ گویا تبدیلی کر دینا ان کا کام ہے حالانکہ اگر آنحضرت ﷺ کا کام بلاغ ہے یعنی پہنچانا ہے لیکن نہایت عمدگی کے ساتھ پہنچانا ایسا پہنچانا کہ جس سے اوپر پہنچانے کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا، نصیحت کرنے کے کام کو اپنے درجہ کمال تک پہنچانا، یہ مطلب ہے بلاغ کا۔ تو اگر یہ پتا ہو کہ میرا کام بلاغ ہے اور بلاغ کے بعد پھر میں مصیطر نہیں بنتا، نہ بن سکتا ہوں۔ حقیقت میں نصیحت کے ذریعے تبدیلی کر دکھانا اور بات ہے اور کامل یقین کے ساتھ اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے نصیحت کرتے چلے جانا ایک اور بات ہے۔

پس قرآن کریم جو آنحضرت ﷺ کے متعلق فرماتا ہے وہ یہی ہے کہ تیرا کام صرف بلاغ ہے اور بلاغ کا مطلب جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کسی بات کو عمدگی کے ساتھ پہنچا دینا کہ اس سے بہتر طریق پر پہنچائی جا نہ سکتی ہو۔ پہنچانے کے تمام حقوق ادا کر دینا۔ پھر اس کے بعد کسی زبردستی کے تصور کو دل میں جگہ نہ دینا کیونکہ بلاغ کے بعد پاک تبدیلی یا بندے کا کام ہے یا خدا کا جو اس بندے کو یہ توفیق دے۔ مگر پہنچانے والے کا فرض نہیں ہے کہ زبردستی کسی کو نیک بنا دے اور نہ زبردستی کوئی انسان کسی کو نیک بنا سکتا ہے۔ یہ محض جاہلانہ باتیں ہیں۔ یہ جو مختلف اسلامی ممالک میں بعض دفعہ زبردستی نیک بنانے کی تحریکیں اٹھتی ہیں یہ قرآن کریم سے کلیۃً جہالت کے نتیجے میں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے کردار سے قطعی لاعلمی کے نتیجے میں ہیں۔ کوئی انسان کبھی کسی دوسرے شخص کو خواہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو زبردستی نیک نہیں بنا سکتا۔

حضرت نوحؑ کا حال آپ نے پڑھا اور سنا ہے بار بار سنتے اور پڑھتے ہیں یا آپ نہیں جانتے کہ حضرت نوحؑ نے بلاغ کا حق کیسے ادا کیا تھا؟ قرآن کریم میں ایک ایسا دردناک منظر کھینچا گیا ہے کہ وہ اپنے رب سے مخاطب ہو کے کہتے ہیں اے خدا میں نے سب کچھ کر دیکھا ہے۔ میں نے اونچی آواز میں بھی ان کو بلایا، میں نے سرگوشیوں میں بھی ان کو دعوت دی، میں راتوں کو بھی اٹھ کر ان کے لئے نکلا اور دن کی روشنی میں بھی انہیں پیغام پہنچاتا رہا۔ کبھی میں نے ان کو ڈرایا، کبھی خوشخبریاں دیں، کبھی منت سماجت کی۔ غرضیکہ جو کچھ میری طاقت میں تھا سب کچھ کر دکھایا مگر اے خدا یہ بدلنے کا نام نہیں لیتے۔ پس اب تجھ پر معاملہ ہے۔ پھر خدا نے جو معاملہ کیا یہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس قوم کے

ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے۔ مگر یاد رکھیں کہ یہ بلاغ اس طاقت کا تھا اور اس میں اتنی گہرائی اور سچائی پائی جاتی تھی کہ قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے حضرت نوحؑ کے بلاغ کو قرآن کریم میں یعنی اس دائمی سچائی میں محفوظ فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ نوحؑ میرے بندے کی ذاتی طاقت تو بس اتنی سی تھی کہ خود اس کا اپنا بچہ بھی اس کی نصیحتوں کے نتیجے میں نیک نہ بن سکا تو پھر اور کون ہے جو نوح سے بڑھ کر ابلاغ کا دعویٰ کرے اور نوحؑ سے بڑھ کر بااثر ہونے کا دعویٰ کرے۔

پس نہ خدا کے کسی نبی کو کبھی یہ توفیق ملی کہ زبردستی کسی کے اندر نیکی پیدا کر دے نہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے اللہ نے یہ تقاضا فرمایا کہ اٹھ اور تلوار پکڑ اور ان کے ٹیڑھے دلوں کو سیدھا کر دے یا تلوار کی دھار سے دو نیم کر ڈال بلکہ یہ فرمایا کہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ: 23،22) اے محمد ﷺ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ تُو تو ایک نصیحت کرنے والے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ محض نصیحت کرنا تیرا کام ہے۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ تو ان پر داروغہ مقرر نہیں فرمایا گیا۔ اب دیکھیں کہ جو شخص اپنی حیثیت کو پہچانتا ہو جیسا کہ اللہ کے نبیوں نے پہچانا اور اپنے دائرہ کار میں رہے تو پھر کیسی کیسی بے اختیاریوں اور بے بسیوں کا سامنا اس کو کرنا ہوگا۔ ایک طرف ایک نبی کا دل ہے کہ جو چاہتا کہ ساری قوم کو آنِ واحد میں خدا کے رستہ پر ڈال دے ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ کا دل تھا جس کی تمنا تھی کہ ساری کائنات کو خدا کے قدموں میں لا ڈالے لیکن اپنے مکہ کی بستی بھی آپؐ کی آواز پر لبیک نہیں کہہ رہی تھی اور حکم یہ تھا کہ تجھے کوئی اختیار زبردستی کا نہیں۔ ایسی صورت میں کیوں دل سے دعائیں نہ اٹھیں۔ اگر دل سچا ہے اور دل کی بے قراریاں سچی ہیں، اگر یہ بے اختیاری کا احساس انسان کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے تو ایک ہی راہ ہے کہ جو دعائیں دل سے اٹھ کر عرش تک راہ پاتی ہیں اور اس راہ کے سوا اور کوئی راہ نہیں ہے۔

پس جب میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ ان نئے آنے والوں کو بھی نمازی بنا دیں، آپ بھی نمازی بنیں، اپنے گردوپیش کو بھی نمازی بنائیں تو میں جانتا ہوں کہ ہماری استطاعت میں کچھ بھی نہیں ہے مگر بلاغ تو ہے نا اور اگر ہم اپنی حیثیت سمجھتے ہوں اور جیسا کہ میں نے مثال دی تھی بعض نادانوں کی اپنے بچوں کو نصیحت قبول نہ کرنے پر ان پر غیظ و غضب کا مظاہرہ نہ کرتے ہوں، ان پر گالیاں دے

کر دل کی بھڑاس نہ نکالتے ہوں، ان پر ہاتھ اٹھا کر اپنے دل کا غصہ نہ اتارتے ہوں تو پھر ان کے لئے سوائے دعا کے چارہ ہی کچھ نہیں رہ جاتا۔ بلاغ اور مسلسل بلاغ اور پھر دعائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ایک صحابی کے متعلق یہ شکایت پہنچی کہ وہ اپنے بچوں پر تربیت کے لحاظ سے بہت سختی کرتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آپؑ کی ناراضگی میں بے حد بے قراری پائی جاتی تھی۔ آپؑ نے کہا تم کیا سمجھتے ہو اپنے آپ کو، تم تو مشرک ہو رہے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے بچوں کی تربیت تمہارے اختیار میں ہے۔ تم اپنے نفس کا غیظ اتار رہے ہو، تربیت کا کوئی شوق نہیں، نہ تمہیں تربیت کی اہلیت ہے۔ **مغلوب الغضب** ہو کر تم بچوں کو مارتے ہو اور مزید گنہگار بنتے ہو کیوں دعا نہیں کرتے کیونکہ انسان جب نصیحت کر کے بے چارگی محسوس کرتا ہو، بے بسی محسوس کرتا ہو تو دعا کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اور دعا میں یہ طاقت ہے کہ وہ عظیم انقلاب برپا کرے لیکن اس دعا میں نہیں جو محض خشک ہونٹوں سے اٹھتی ہو، جس کے پیچھے یہ بلاغ کا تفصیلی پس منظر نہ ہو۔ پس محنتیں کرنی ہوں گی پورے اخلاص کے ساتھ، تمام سوسائٹی کو نماز کے ذریعے زندہ کرنے کا عزم لے کر اٹھنا ہوگا اور ہر نئے آنے والے کو نماز کا پیغام دینا ہوگا۔ مگر پاک، نیک نصیحت کے ذریعے، نیک نمونوں کے ذریعے، تھوڑا تھوڑا سکھا کر پیار اور محبت سے۔ اگر زیادہ نہیں تو شروع میں ایک نماز ہی کا عادی بنائیں اور پھر رفتہ رفتہ اللہ کے حوالے اس طرح کرتے چلے جائیں کہ اللہ خود ان کو سنبھال لے اور آئندہ ان کی تربیت براہ راست خدا کے سپرد ہو۔ ہم واسطہ تو ہیں مگر حقیقت میں وہ سب تربیت اللہ ہی کی ہے۔ مگر اسی کا بنایا ہوا نظام ہے کہ کچھ عرصے تک انسانوں کو دوسروں کی تربیت کا ایک واسطہ بنا دیتا ہے۔ جب تک وہ چاہے وہ واسطہ چلتا ہے۔ جوں جوں تربیت کامیاب ہوتی چلی جاتی ہے یہ واسطہ بیچ سے اٹھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جس کی تربیت کی جائے اس کو بھی کبھی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کا مربی روز آ کے اس کو نصیحت کرے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کی تربیت کی جائے وہ اپنے مربی سے بھی بہت آگے نکل جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے نماز ادا کرنے کی طرف توجہ دیں، اپنے گھروں میں قائم کریں، اپنے گردو پیش قائم کریں اور خصوصیت کے ساتھ داعی الی اللہ نماز پر قائم ہو جائیں اور خصوصیت کے ساتھ ان کو جو سلسلے میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا غیر مسلموں میں سے ہوں ان

کو نماز کی اہمیت بتانے کے لئے ایک نظام جاری کریں اور اس نظام کی مسلسل نگرانی رکھیں۔ تا کہ ایک آپ کا طبقہ جو نئی زمینیں فتح کرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اس کے پیچھے پیچھے یہ سنبھالنے والا طبقہ بھی قائم ہوتا چلا جائے جو نئے آنے والوں کو سنبھالے اور ان کے تمام حقوق ادا کرے اور ان کی ساری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو۔ یہی وہ ایک طریق ہے جس کے ذریعے سے ہم خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مزید تیزی کے ساتھ بھی آگے بڑھ سکتے ہیں اور ہمیں پچھلے پھلوں کی فکر نہیں رہے گی کیونکہ پچھلوں کو سنبھالنے کا نظام بھی ہم جاری کر چکے ہوں گے۔ تو ان آیات میں سب سے پہلی توجہ نماز کی طرف ہوئی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بہتر گر غلبہ اسلام کا استقلال اور استقامت بخشنے کا اور کوئی نہیں۔

دوسری بات جو ان آیات کریمہ میں سمجھائی گئی ہے وہ اس سے اگلا قدم ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ‌ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا (بنی اسرائیل:79) قرآن کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ دو اور قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ بتاتا ہے کہ وہ دور جبکہ پو پھوٹ رہی ہو اور نیا دن چڑھ رہا ہو اس وقت قرآن کی تلاوت بہت ضروری ہے۔ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ صبح کے وقت تلاوت کی جائے اور یہ بہت ہی پیاری چیز ہے۔ جن گھروں میں صبح کی تلاوت کی عادت ہو اللہ کے فضل کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ان کی فجر قرآن ہی کے ذریعے پھوڑتا ہے۔ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ان کے لئے ایک نیا پیغام لے کر آتا ہے۔ لوگوں کی صبح وسورج کے چڑھنے سے ہوتی ہے مگر ان کی صبح قرآن کا نور صبح ان کے گھروں میں پھوٹنے سے ہوتی ہے اور اس سے بہتر اور کون سی صبح ہو سکتی ہے۔

مگر اس کے ساتھ ایک اور پیغام بھی ہے قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ یہ وہی فجر ہے جس کا سورۃ القدر میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا نور ایک اندھیری رات سے پھوٹا ہے تو پھر حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ (القدر:6) سلام ہی سلام تھا۔ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ یہاں تک کہ مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ہو اور وہ مجسم سلامتی تھا۔ تو فجر کا ایک معنی ایک عظیم روحانی انقلاب ہے جو اندھیری راتوں کو روشنیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پس جس نسبت سے میں اس آیت کی تفسیر آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اس نسبت کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں فجر کا ترجمہ نئے روحانی دور سے کیا جائے

جبکہ ایک نئی صبح پھوٹنے والی ہے یا پھوٹ رہی ہو۔ اس روحانی انقلاب کے وقت قرآن سے کام لو، قرآن کی تلاوت ہی ہے جو اس فجر کو حقیقت میں روشن بنا دے گی۔ اس لئے عبادت کے قیام کے بعد قرآن کریم کی تعلیم کی طرف ایک گہری توجہ ہے۔

اس سلسلے میں کچھ مزید باتیں کہ ہم کس طرح ان مسائل کو حل کریں گے اور خدا تعالیٰ نے کون کون سے راستے ہمارے لئے کھولے ہیں انشاء اللہ میں الوداعی خطاب میں آپ سے کروں گا۔ لیکن اس وقت میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن الفجر کے بعد پھر فرمایا وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ کہ عبادت کا قیام بھی کافی نہیں ہے جب تک اس میں نوافل کے اضافے نہ ہوں اور خصوصیت کے ساتھ رات کو محنت نہ کی جائے۔ پس قیام تہجد مشکل مسائل کا حل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تہجد کی نماز ہی وہ نماز ہے جس کی رسائی سات آسمانوں سے پرے تک لازماً ہوتی ہے اور دوسری نمازوں کی دعاؤں کا تہجد کی نماز کی دعاؤں سے رشتہ تو ہے مگر نسبت وہ کوئی نہیں ہے۔ حیرت انگیز تبدیلیاں لانے کی طاقت تہجد کی دعائیں رکھتی ہیں۔ ورنہ روزمرہ صبح کی پانچ نمازیں تو پڑھنے والے بے شمار ہیں۔ وہ جو ان میں سے چند راتوں کو اٹھتے ہیں یا چند ان میں سے جو راتوں کو اٹھتے ہیں اور خدا کی خاطر جب دنیا ان کو نہیں دیکھ رہی ہوتی محض اپنے رب کی محبت کے اظہار کے لئے اندھیروں میں کھڑے ہو جاتے ہیں ان کی دعائیں ایک غیر معمولی طاقت رکھتی ہیں اور ان کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ عظیم الشان مقامات مومن کو عطا ہوتے ہیں۔

تو فرمایا وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اب نماز کتنی پیاری چیز ہے اور تلاوت قرآن بھی دیکھو کتنی اچھی چیز ہے مگر ان کے نتیجے کے طور پر مقام محمود کا وعدہ نہیں فرمایا۔ مقام محمود کا وعدہ فرمایا تو تہجد کے ساتھ وعدہ فرمایا فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ یہ قرآن جو ہے جس کی صبح تلاوت کا ہم نے حکم دیا ہے اس قرآن ہی کے ذریعے رات کو تہجد پڑھا کر اور اسی کے ذریعے اندھیروں کا جہاد کر۔ نَافِلَةً لَّكَ یہ فرض نہیں ہے، محض نفل ہے۔ مگر اتنا طاقتور نفل کہ فرمایا لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ہرگز بعید نہیں بلکہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے مقام محمود پر فائز فرما دے۔

اب مقام محمود کی تعریف وہ فرما دی کہ جو کوئی کھڑا مقام نہیں ہے بلکہ مسلسل جاری وساری

مقام ہے۔ ایسا مقام ہے جو ہاتھ پکڑ کر ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے اور قدم نہیں روکتا بلکہ قدم آگے بڑھانے میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ پس یہ وہ مقام نہیں ہے جس کو میم کی پیش سے پڑھا جاتا ہے جو ایک معین جگہ کا نام ہے۔ عربی میں مقام بھی ایک لفظ ہے جو اکثر استعمال ہوا ہے یعنی قرآن کریم میں اکثر آیات میں لفظ مقام استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے ایک ٹھہری ہوئی جگہ، ایسی جگہ جہاں آپ اتر سکتے ہیں، جہاں آپ رات بسر کر سکتے ہیں یا کچھ دیر کے لئے بسیرا کر سکتے ہیں یا لمبے ڈیرے ڈال سکتے ہیں۔ ہر ایسی جگہ جو آپ کے ٹھہرنے کی جگہ ہو یا جانوروں کے ٹھہرنے کی جگہ ہو اسے مقام کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے مقام نہیں فرمایا عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا دیکھو ممکن نہیں بلکہ عین ممکن ہے بلکہ لازم ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ مقام محمود تک پہنچا دے اس تہجد کے ذریعے جس کا ذکر کیا گیا ہے اور مقام کسی ٹھہری ہوئی جگہ کا نام نہیں ہے۔ مقام خدا کے حضور ایک مرتبے کا نام ہے اور خدا کے حضور مومن کا مرتبہ کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ مسلسل بڑھتا ہے اور اس کے بغیر وہ مرتبہ ہے ہی نہیں جو مرتبہ بڑھنے والا نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس مضمون کو مزید کھولتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ صِدْقٍ جب مقام محمود تجھے عطا ہوگا یا ہو رہا ہے اور ایسے مقام کے اندر تو سفر کر رہا ہے جہاں پہلے بھی مقام مل چکے ہیں لیکن آئندہ مسلسل ملتے رہیں گے۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ کا یہ ترجمہ آنحضرت ﷺ کے تعلق میں لازم ہے بلکہ اس کے سوا کوئی ترجمہ ممکن نہیں ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ پہلے مقام محمود عطا نہیں ہوا تھا آئندہ خدا عطا کرے گا مراد یہ ہے کہ ممکن نہیں بلکہ یقینی ہے کہ خدا تجھے مقام محمود عطا کرتا چلا جائے۔ يَّبْعَثَكَ کا معنی ''کرتا چلا جائے'' کریں تو پھر مضمون ٹھیک بیٹھتا ہے ورنہ اکھڑ جاتا ہے اور اگلی آیت اسی کی تائید فرما رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دعا کر کہ اے میرے رب اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اے میرے رب مجھے داخل فرما اس مقام میں صدق کے ساتھ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور اس سے نکال دے صدق کے ساتھ۔ تو کیا مقام محمود سے نکلنے کی دعا سکھائی گئی ہے؟۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو یہ دعا سکھائے کہ اے میرے رب مجھے مقام محمود عطا تو کر

دینا مگر زیادہ دیر نہ ٹھہرانا وہاں میری اگلی دعا بھی سن لے مجھے جلدی سے اس مقام سے نکال کر باہر کر۔ ہرگز نہیں۔ یہ نہایت ہی جاہلانہ ترجمہ ہے۔ اس کا ایک ہی ترجمہ ممکن ہے کہ اے میرے خدا ایک مقام سے نکال کر دوسرے مقام میں داخل کرتا چلا جا، ایک مقام میں داخل فرما اور پھر میں دعا کروں گا کہ اے خدا یہ مقام میرے لئے چھوٹا ہو گیا ہے اور قرب کے مقامات کا خواہاں ہوں، اس مقام سے میری سیری نہیں ہو رہی۔ پس مجھے اس سے نکال۔ مگر کہاں؟ ایک اور مقام محمود میں تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے اور اس سلسلے میں میرے لئے سلطان نصیر عطا فرماتا چلا جا کیونکہ بلند سے بلند تر مقامات کی طرف جانا خود انسان کی اپنی طاقت سے ممکن نہیں ہے۔ لازم ہے کہ اس کو غیب کی طرف سے ایسے سلطان عطا ہوں اللہ کی طرف سے جو اس کی نصرت کی طاقت رکھتے ہوں۔

پس حقیقت میں جب میں نے آپ سے ذکر کیا کہ میں جب سے جلسہ سالانہ یو کے ہوا ہے اس مضمون پر غور کر رہا ہوں اور فکر مند ہوں اور دعا بھی کرتا ہوں، تو کل جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب سمجھایا تو یہ جو آیت میں نے ابھی پڑھی ہے اور اس کے ساتھ سلطان نصیر کا جو ذکر ہے اس کے ذریعہ مجھ پر یہ مفہوم حقیقت میں روشن ہوا اور پھر توجہ اس طرف ہوئی کہ ان آیات کو اچھی طرح اکٹھا پڑھا جائے تو سارا مضمون کھل کر سامنے آ جائے گا۔ یہاں سلطان نصیر کی طرف توجہ اس لئے میرے دل میں پیدا ہوئی کہ ہم بھی تو ایک مقام محمود سے ایک اور مقام محمود کی طرف سفر کر رہے ہیں لیکن یہ مقامات ٹھہرے ہوئے مقامات نہیں ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے جب ہماری دعائیں تھیں، التجائیں تھیں اور کچھ تعجب بھی ہوتا تھا کہ کتنی بڑی بات مانگ رہے ہیں۔ ہم خدا سے سال میں ایک لاکھ بیعتوں کی دعا کرتے تھے تو اس سے پہلے جو بیعتیں ہوتی تھیں وہ بھی تو اللہ کے فضل تھے، وہ بھی تو ایک قسم کے مقام محمود تھے مگر جب ایک لاکھ بیعت کا مقام آیا تو دل حمد سے بھر گیا اور خوشیوں سے لبریز ہو گیا کہ بہت بڑی منزل طے کی ہے ایک مقام محمود ایسا ملا ہے جس کی مدت سے تمنا رکھتے تھے۔ مگر بہت جلد وہ مقام پرانا ہو گیا۔ بہت جلد دل میں یہ احساس ہوا کہ جب تک دو نہ مانگیں ہماری تشنگی نہیں بجھے گی۔ پس اے خدا ہمیں اس مقام سے نکال دے، واپسی کی طرف نہیں بلکہ آگے کی طرف نکالنے کی دعا دل سے طبعی طور پر اٹھی ہے اور مسلسل اٹھتی رہی اور زیادہ شدت کے ساتھ اٹھتی رہی۔ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ اے خدا جس طرح صدق کے ساتھ تو نے اس مقام محمود میں

داخل فرمایا تھا اب اس مقام سے نکال لیکن ایک اور بڑے مقام کی طرف جو اس سے زیادہ شاندار اور زیادہ سکینت بخشنے والا ہو۔

پس اللہ نے آپ کے دیکھتے دیکھتے ہمیں وہ دوسرا مقام محمود بھی عطا فرما دیا اور جب وہ مقام آیا تو دل پھر حمد سے بھر گئے، طبیعتوں کو ایک سکینت نصیب ہوئی کہ اب تو ہم دو لاکھ احمدیوں کی خوش خبری پا کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کر رہے ہیں مگر بہت جلد وہی سکینت ایک قسم کی بے چینی اور ایک نئی پیاس میں تبدیل ہوگئی اور ہم نے یہ دعائیں مانگنی شروع کیں کہ اے خدا بہت مزہ آیا، بے حد تیرے احسان مند ہیں۔ شکروں کا تو حق ادا نہیں کر سکتے۔ مگر تو نے جو فطرت ہمیں بخشی ہے یہ پیاسی فطرت ہے۔ جب ایک نعمت کو پا لیتی ہے تو اس نعمت سے واقفیت کے نتیجے میں نعمت کا احساس بھی کم ہوتا چلا جاتا ہے اور جتنا زیادہ نعمت سے واقفیت بڑھتی جائے اس کے وجود کا احساس، اس کے شکر کا احساس کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس ہمیں اس مقام سے بھی نکال، ایک اور مقام محمود میں داخل فرما اور پھر چار لاکھ کی تمنا دل میں مچلنے لگی اور لگتا تھا کہ بہت بڑی دعا ہے۔ لیکن اللہ نے آپ کے دیکھتے دیکھتے اور میرے دیکھتے دیکھتے وہ چار لاکھ کی تمنا بھی دیکھیں کس شان سے پوری فرمائی اور ہمیشہ دگنے سے کچھ بڑھا کر دیا۔

ایک عجیب کیفیت تھی اس جلسے پر جب چار لاکھ بیعتیں ہو رہی تھیں۔ بہت سی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ان آنکھوں سے بھی جو حاضرین کی، موجود لوگوں کی آنکھیں تھیں اور ان آنکھوں سے بھی جو دور سے نظارہ کر رہی تھیں ٹیلی ویژن کے ذریعے اور کثرت سے مجھے دور دراز کے ملکوں سے خط ملے کہ ہماری نظریں اپنے ہی آنسوؤں سے دھندلا جاتی تھیں۔ جو نظارہ ہمیں جان سے بھی زیادہ پیارا تھا خوشی کے آنسوؤں سے روتے روتے وہ نظارہ بسا اوقات نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔ ایک عجیب کیفیت تھی جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو بہت لطف آیا کئی دنوں، ہفتوں ہم انہی کیفیات میں ڈوبے ہوئے، انہی خوابوں میں بسے رہے۔ مگر پھر میں جانتا ہوں کہ جیسے میرے دل کی حالت تھی ویسے ہی آپ سب کی بھی ہوگی کہ اے خدا اب یہ خوشیاں دیکھ لیں ان کے مزے اڑا لئے مگر تو تو کہتا ہے کہ ہر مقام محمود کے بعد نکلنے کے رستے ہیں اور وہ نکلنے کے رستے اور مقامات محمود میں ہیں۔ پس ہمیں اس مقام میں سے بھی نکال لیکن صدق کے ساتھ نکال۔ جیسے پہلے صدق سے داخل فرمایا تھا اسی طرح صدق سے نکال اور ایک اور مقام محمود میں داخل فرما دے اور ہم پھر آئندہ سال

بیعتوں کو دگنا ہوتا ہوا دیکھیں۔

پس امسال جس کے ذکر سے میں نے بات چلائی ہے اللہ نے بے انتہا احسان فرمایا ہے۔ جو تصور میں بھی آ نہیں سکتی تھی کہ ہماری طاقت میں یہ ہوگی ہماری گناہ گار آنکھیں خدا کے ان احسانات کو دیکھیں گی۔ ہم سب نے دیکھا اور پھر آنکھوں نے تشکر اور حمد کے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے کہ اے خدا کیسی تیری شان ہے ایک مقام محمود سے تو نے دوسرے مقام محمود میں داخل کرنے کے لئے ہمیں پہلے سے نکالا اور صدق کے ساتھ نکالا۔ لفظ صدق میں ہی اس بات کی چابی ہے کہ اگلا بھی مقام محمود ہی ہوگا حالانکہ دوبارہ مقام محمود کا ذکر نہیں فرمایا۔ مگر پہلے بھی داخل ہوتے وقت لفظ صِدْقٍ رکھ دیا جس کا مطلب تھا کہ سچائی کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، اچھی چیز ملے گی۔ سچائی کبھی اندھیروں میں داخل نہیں کیا کرتی۔ سچائی کبھی ظلمات کے تحفے لے کر نہیں آتی۔ پس صدق میں اس سارے مضمون کو سمجھنے کی چابی ہے۔ جب فرمایا وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ تو مطلب یہ تھا کہ جیسے صدق سے داخل فرمایا ویسے ہی صدق سے نکالنا اور یہ صدق اور بھی نیکیوں کے پھل ہمارے لئے لائے۔ پس اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شمار ممکن نہیں۔ اس نے صدق کے ساتھ ہمیں اس مقام محمود سے نکال کر پھر آٹھ لاکھ سے اوپر کے مقام محمود میں داخل فرما دیا۔ اب بھی یہی تمنا ہے، اب بھی یہ دعائیں ہیں رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا تو ساری جماعت جو سلطان نصیر بن کر ان دعاؤں کو پورا کرنے میں مددگار بنی ہوئی ہے۔

یہ وہ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا ہو رہے ہیں اور پھر مزید دلوں میں جب خدا غیب سے وحی کے ذریعے جماعت کی طرف ان کے دلوں کی توجہ پھیرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور احمدیت کی محبت ان کے دلوں میں بھر دیتا ہے تو پھر اور بھی سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ہمیں عطا ہوتے ہیں۔ پھر بہت سے اور ذرائع ہیں سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا عطا کرنے کے جن کا مشاہدہ عالمگیر جماعت کرتی آرہی ہے اور انشاء اللہ کرتی چلی جائے گی۔ مگر لفظ صدق کا ایک تعلق ماقبل سے بھی ہے اور اسی تعلق نے میری توجہ ابتدائی آیات کی طرف پھیری۔ صدق قیام عبادت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پائے صدق عبادت پر ہے اور عبادت کے بغیر کسی کو پائے صدق

نصیب نہیں ہوسکتا۔ پس بات گھوم کر پھر وہیں پہنچ جاتی ہے کہ اگر آپ نے ہر مقام محمود میں داخل ہونے کے بعد ہر مقام محمود سے ایک اور مقام محمود میں نکلنے کی دعا کرنی ہے تو یاد رکھیں اس دعا کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے، اس مضمون کی نوعیت کو گہرائی سے سمجھنا ہوگا، اس کا عرفان حاصل کرنا ہوگا ورنہ یہ بات ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔

پس ان باتوں کو سمجھتے ہوئے میں تمام عالمگیر جماعتوں سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے لئے بھی اور ہم سب کے لئے بھی دعا کریں جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہے یعنی آغاز سے لے کر آخر تک اس دعا میں جب آپ کہتے ہیں صدق کے ساتھ داخل فرما تو اس بات کو شامل کرلیں کہ ایسے صدق میں تلاوت قرآن کریم بھی تھی، اس صدق میں راتوں کو صبح میں تبدیل کرنے کی طاقت بھی موجود تھی، اس صدق میں راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور تہجد کرنے کی توفیق بھی شامل تھی اور ایسے تہجد ادا کرنے کی توفیق شامل تھی جس کے بعد عرش سے لازمی طور پر یہ وعدہ اترتا ہے کہ تجھے خدا ضرور مقام محمود میں داخل فرمائے گا اور جب داخل فرمائے گا تو پھر اس سے نکلنے کی دعا کرنا مگر صدق کے ساتھ اور جب صدق سے اس سے نکلنے کی دعا کرو گے تو یاد رکھنا کہ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا کی دعا نہ بھولنا کیونکہ جتنی منزلیں بلند ہوتی چلی جائیں اتنے ہی خوف بھی لاحق ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اتنے ہی مزید طاقتور اور غالب مددگاروں کی بھی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اتنے ہی حسد بھی بڑھتے جاتے ہیں، دشمنیاں بھی پہلے سے بڑھ کر آپ کو ہلاک کرنے کی تمنائیں کرتی ہیں، آپ کو گزند پہنچانے کی راہوں میں بیٹھتی ہیں، دن رات کوشش کرتی ہیں کہ کسی طرح ان کے بڑھتے ہوئے قدم روک لیں۔

پس وہ منظر بھی اب ابھر کر سامنے آتا چلا جارہا ہے۔ پہلے سے کئی گنا زیادہ مشتعل ہو کر جماعت کے دشمن منصوبے بنا رہے ہیں کہ کسی طرح آپ کی ترقی کی راہیں روک لیں اور آپ کی راہ میں ایسی کمین گاہوں میں بیٹھیں کہ آپ کو کچھ خبر نہ ہو اور وہ اچانک آپ پر حملہ آور ہوں اور ان چیزوں کے منصوبے بنانے کی قطعی معین اطلاعیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہنچا دی ہیں۔

پس اس مضمون کا سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا سے ایک اور تعلق بھی قائم ہوجاتا ہے اور وہ یہ کہ دعا مانگو اللہ سے کہ جہاں دشمن طاقتور ہے اور دنیاوی طاقتوں کے بل بوتے پر، دنیاوی سلطانوں کے بل

ہوتے پر وہ خدا کے بندوں کو گزند پہنچانے کے منصوبے بنارہا ہے۔ اے خدا جب ہمیں مزید روحانی ترقیات عطا فرما تو ساتھ ساتھ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا بھی عطا کرنا کیونکہ ہم میں تو اپنی حفاظت کی طاقت نہیں ہے۔ ہم تو عاجز اور کمزور بندے ہیں۔ پس ان معنوں میں اگر آپ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا کی دعا بھی گہرائی کے ساتھ سوچ کر کرتے رہیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو کوئی فکر نہیں ہے۔ کسی غم کی ضرورت نہیں، کسی کھوئے ہوئے پر حزیں ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوگا۔ **آپ کو قدم قدم پر، لحہ لحہ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا عطا کرتا چلا جائے گا۔ پھر آپ دندناتے ہوئے شاہراہِ ترقی اسلام پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور ان دعاؤں کے ساتھ جب آپ آگے بڑھیں گے تو مجال نہیں کسی دشمن کی خواہ وہ ایک ادنیٰ انسان ہو یا دنیا کا طاقتور بادشاہ ہو کہ آپ کی ترقی کی راہ روک سکے اور آپ کو گزند پہنچا سکے۔** اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو اور یہ گُر جو اس نے ہمیں سکھایا ہے اسے سمجھنے اور مزید گہرائی سے اس کا عرفان حاصل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین اللھم آمین)